اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سَنُلقِی فِی قُلُوبِ الَّذِینَ کَفَرُوا الرُّعبَ

جناب ابوالامتیاز ع. س. مسلم اپنی نو مطبوعہ کتاب "نبضِ ضمیر" میں لکھتے ہیں:

شریعت " کے لغوی معنی وہ دستور یا تحریری قوانین ہیں جو کسی معاشرے میں رائج ہوں۔ اور اس کے اصطلاحی معانی قرآن و سنتِ رسول ﷺ پر مبنی وہ مجموعۂ احکام و قوانین ہے جس پر اسلامی معاشرہ استوار ہوتا ہے۔ شریعت کا لفظ شرع سے مشتق ہے۔ جس کے ایک معنی ہیں طریق، یعنی وہ راستہ یا رہگزر جس پر لوگ گامزن یا عمل پیرا ہوں۔ مذہب بھی شرع ہی کا دوسرا نام ہے جس پر چلا جائے۔

دنیا کے اکثر ممالک اپنے اپنے دستور اساسی پر چلتے ہیں، جو ملک کے بانیوں اور اس کے عوام کے نصب العین اور اصولوں کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ کوئی ان پر معترض نہیں ہوتا۔ پاکستان کا بھی ایک دستوری قالب ہے جو تحریکِ پاکستان کے مقاصد کے مطابق، قرآن و سنتِ رسول ﷺ یعنی شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ اور نظامِ مملکت کو اس میں ڈھالنے اور رائج کرنے کا نہ صرف عہد نامہ بلکہ ذریعہ بھی ہے۔

<u>شریعت اسلامیہ اپنے آپ کو دوسرے ممالک یا معاشروں پر زبردستی مسلط کرنے کی دعویدار نہیں</u> حتی کہ اتنی بھی نہیں جتنا کہ جمہوریت کے "ٹھیکیدار ممالک" جمہوریت کو اپنی پسند و تعریف کے مطابق دوسرے ملکوں پر مسلط کرنے میں کوشاں ہیں۔ حتی کہ ان کی حکومتوں کو سازش و تخریب کاری یا ننگی جارحیت سے الٹ دینے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے، یا انہیں اپنے منتخب رہنماؤں کو بدل دینے پر مجبور کرتے بلکہ بندوق کے زور پر بدلواتے ہیں۔

نہ جانے شریعت کے اس سیدھے سادے لفظ اور مسلمانوں کی اس سے وابستگی سے اہلِ مغرب کو اتنی الرجی، خوف یا دہشت کیوں ہے۔ کہ وہ اس کے نام ہی سے بھڑک اٹھتے ہیں؟ <u>جس طرح وہ اپنے ملک میں اپنی مرضی کا دستور نافذ کرنے میں</u> آزاد و خود مختار ہیں، <u>اسی طرح ہم بھی اپنے ملک میں اپنی شریعت نافذ کرنے کے حق دار</u>، تو پھر اس اختیار و آزادی کو اہلِ اسلام کے لئے وہ کس دلیل کی بناء پر چیلنج کرنے کے روادار ہیں؟ کیا یہ محض اس لئے ہے کہ مسلماں ایک خدا اور ایک رسول ﷺ اور ان کی حاکمیت پر یقین رکھتے ہیں؟ ان کا قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں؟ اور اپنے ملک میں خطاو عصیاں کے پتلے کسی خاکی انساں یا انسانوں کے گروہ کو اقتدارِ اعلیٰ کا سرچشمہ اور مادر پدر آزادی کا منبع تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

لیکن بقول امریکہ کے، خدا پر ایمان تو امریکا کو بھی ہے One nation under God "خدا کے زیرِ سایہ ایک قوم" کا عہد وہ بھی اپنے اداروں میں صبح و شام دہراتے ہیں، امریکی صدر، امریکی عدالتیں، عدالتوں میں گواہی دینے والے، اور دیگر عہدیدار سب خدا کے نام کا حلف اٹھاتے ہیں۔ ان کے تو کرنسی نوٹوں تک پر یہ عبارت چھپی ہوئی ہے کہ IN GOD WE TRUST (ہم خدا پر یقین رکھتے ہیں۔) برطانوی ملکہ یا بادشاہ کو سرکاری طور پر محافظِ دین (Defender of the faith) کا مرتبہ حاصل ہے ان کا قومی ترانہ ہی یہ ہے کہ God Save the Queen خدا ملکہ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ شاہ ایڈورڈ ہشتم کو تخت و تاج سے محض اس لئے دست بردار ہونا پڑا کہ وہ اپنے چرچ یا مذہب کی رو سے ایک عام (بالخصوص مطلقہ) عورت سے شادی نہیں کر سکتا تھا۔

عیسائیت کے سب سے بڑے مظہر پوپ کو ایک سربراہِ مملکت کا اعزاز حاصل ہے اور کوئی ملک ایسا نہیں جہاں اس کی پذیرائی اس حیثیت سے نہ کی جاتی ہو۔ حالانکہ اس کی مملکت شہرِ روم میں ایک محلے سے زیادہ وسیع نہیں۔ دنیا کے بیشتر عیسائی ممالک کے دساتیر میں عیسائیت کا بطور سرکاری مذہب کے تعین موجود ہے۔ جب ان کے ہاں مذہب کو یہ اہمیت حاصل ہے تو پھر انہیں مسلمانوں کی اپنے دین سے رغبت کے بارے میں کیا کد ہے ؟ کہ اسلام ان کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ کیا انہیں ضمیر کی یہ خلش متذبذب کئے رکھتی ہے کہ وہ خود خدا کا نام لیتے ہیں تو محض روایاتِ پارینہ کی پیروی اور زیبِ داستاں کے لئے، ورنہ انہوں نے ہر جگہ خدا کے نام کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود اس کی عبودیت کے عملی تقاضوں کو اپنی زندگیوں، نظامِ سیاست، مساواتِ انسانی، صنعت و تجارت اور لین دین کے معمولات سے بے دخل کر کے صرف مفادات کی پرستش اختیار کر رکھی ہے (Only intersts are permanent) دوام صرف مفادات کو حاصل ہے، جب کہ مسلمان نہ صرف لفظی و زبانی، بلکہ اپنے قلب کی گہرائیوں سے ایمان رکھتے ہیں کہ خالق کائنات، مالکِ مطلق ہے۔ وہ واحد و لاشریک ہے، اور ہمہ دم ان کی شہ رگ سے بھی قریب رہ کر ان کے کے کردار و عمل کا نگران و پاسبان ہے، اور وہ اپنے ہر فعل کے لئے اس کے سامنے جواب دہ ہیں اور اس کے لئے ہر لحہ اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں مادی مفادات ہی کیا، جان تک قربان کر دینے کو عینِ سعادت سمجھتے ہیں۔ فدویت و فدائیت اور عبودیت و اطاعت کا یہی جذبہ ہے جو انہیں دنیا کی کسی بھی طاقت کے سامنے جھکنے اور شکم پروری یا مادی مفادات کی حرص میں سودے بازی سے روکتا اور ضمیر کی فروخت سے باز رکھتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی

حقیقت ہے جس پر عمل جہاں انسان کو انسان کی محتاجی اور غلامی سے آزاد کر کے اخوت و مساوات، عزتِ نفس اور باہمی تکریم کی لڑی میں پرو کر انہیں اس طرح یکساں شرف پر فائز کر دیتا ہے کہ طاقتور کمزور، گورے اور کالے اور آقا و غلام میں کوئی تفریق نہیں رہتی۔

یہی جذبہ وفاداری معاندین کے لئے قابلِ قبول نہیں۔ حالتِ موجودہ Statusquo میں تبدیلی کا امکان انہیں خوف وہراس میں مبتلا کر کے اسلام سے آمادۂ پیکار کر دیتا ہے اور وہ اسے اور اس کے ماننے والوں کو اپنی دانست میں صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے درپے ہو جاتے ہیں: وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُم حَتّٰى يَرُدُّوكُم عَن دِينِكُم اِنِ اسْتَطَاعُوا (اور یہ لوگ یعنی کفار و مشرکین، تم سے جنگ جاری رکھیں گے تا آنکہ اگر ان کا بس چلے تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر کر ہی دم لیں۔) ﴿البقرۃ ۲۱۷﴾

لیکن اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ذوالجلال کو یہ گوارا نہیں، چنانچہ جو اہلِ ایمان یہ یقین رکھتے ہیں کہ زندگی اسی پیدا کرنے والے کی امانت ہے، حیات و موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جان اس کی راہ میں نثار کرنے کے لئے لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں ہچکچاتے، اور اللہ اس معرکہ میں کفار کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب اور ہیبت طاری کر دیتا ہے۔ سَنُلقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعبَ بِمَا أَشرَكُوا بِاللّٰه مَالَم يُنَزِّل بِه سُلطَانًا ۰ (تم قدم بڑھاؤ تو سہی)، ہم ابھی کافروں کے دلوں میں رعب (ہیبت ودہشت) ڈال دیں گے، اس لئے کہ انہوں نے ایسی چیز کو اپنا کارساز و خدا تسلیم کر لیا جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ﴿آلِ عمران۔۱۵۱﴾ یہ رعب اور ہیبت کفار کے دلوں میں ان اہلِ ایمان کی وساطت سے طاری ہے جن کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا:

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا   سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

اور وہ میدانِ جنگ میں جان توڑ کر اس طرح لڑتے ہیں کہ کافر ان کی تاب نہیں لا سکتے۔

تو کیا اللہ کے دین، اور اس پر قربان ہونے والوں کی یہ ہیبت ہے جو شریعت کے نام سے امریکا اور اس کے حواریوں کو دہشت زدہ کئے ہوئے ہے؟ یا قانون یعنی قانونِ خداوندی (شریعت) سے روگردانی کے باعث مکافاتِ عمل کے خوف کا وہ اضطراری ردِ عمل ہے جو قانون سے راہِ فرار اختیار کرنے والے ہر مجرم (Fugitive) کو ہر آہٹ پر مضطرب و مشتعل رکھتا ہے۔ شاید ماہرینِ نفسیات اس طرف توجہ فرمائیں اور غیر متعصبانہ و خالص علمی تحقیق کے ذریعہ ان اسباب و وجوہ کی نشاندہی کریں جو اس جارحانہ معاندت کے اجتماعی رویے کا باعث ہیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

فقہ القرآن

حرمت و فضیلتِ ماہِ مبیں .... ذوالقعدہ

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ
فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ
وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿البقرة ۱۹۴﴾

(ترجمہ: حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلہ میں اور ادب کے بدلے ادب ہے، سو جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو مگر اتنی ہی جتنی اس نے کی، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

اس آیت کا شانِ نزول حدیبیہ کا واقعہ بتایا جاتا ہے۔ ابتداءِ اسلام میں چار مہینوں میں جنگ کرنا حرام قرار دیا گیا تھا، یعنی محرم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ، چنانچہ ۶ ہجری میں جب سرکارِ دوعالم ﷺ عمرہ کے ارادہ سے ماہِ ذوالقعدہ میں عازمِ مکہ ہوئے تو حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک دیا گیا۔ چنانچہ ایک معاہدہ (صلحِ حدیبیہ) کے نتیجہ میں یہ طے پایا کہ حضور ﷺ آئندہ سال عمرہ کے لئے تشریف لائیں۔ حسبِ معاہدہ حضور ﷺ واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور اگلے سال یعنی ۷ ہجری کو پھر ذوالقعدہ ہی میں آپ ﷺ نے احرام زیبِ تن فرمایا اور عازمِ مکہ ہوئے۔ اس موقع پر اعلان کرایا کہ جو لوگ گزشتہ برس عمرہ کے لئے ہمرکابِ آں خوشخصال ﷺ تھے ان میں سے کوئی پیچھے نہ رہنے پائے کہ یہ عمرۂ قضاء ہے۔ چنانچہ گزشتہ برس کے دوران جامِ شہادت نوش کرنے یا انتقال کر جانے والوں کے سوا سبھی شاملِ قافلۂ سرورِ دنیا و دیں ہوئے۔ نئے رہروانِ شوق ان کے علاوہ تھے، یوں کوئی دو ہزار نفوسِ قدسیہ اس شہِ لولاک ﷺ کو اپنے جھرمٹ میں لئے صدائے لبیک بلند کرتے مکہ کی جانب محوِ رفتار ہوئے تو ایک خدشہ ان کے دلوں کو بے چین کئے دیتا تھا کہ کہیں کفارِ مکہ و گنوارِ

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

قریش انہیں اس حال میں اس بار بھی عمرہ سے روک کر ان کے وفورِ شوق کو جوشِ انتقام سے نہ بدل دیں کہ اس سے انہیں تین جرموں کا ارتکاب کرنا پڑے گا، ایک تو احرام کی حالت میں دوسرے سرزمینِ حرم میں اور تیسرے ماہِ حرام (ذوالقعدہ) میں قتال۔

اس آیتِ کریمہ میں ان رہروانِ شوق کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ اگر کوئی ایسی صورتِ ناگہانی پیدا ہو ہی جائے تو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوں کہ سالِ گزشتہ جو کفارِ جہنم قرار نے انہیں عمرہ کی ادائیگی سے روک کر بے قرار کیا تھا اور حرمت والے ماہ کا لحاظ بھی ان ناہنجاروں نے نہ کیا تو اس سال ان قدسیوں کو اجازت ہے کہ نوبت اگر قتال کی آجائے تو وہ اس سے اعراض نہ کریں بلکہ اسے گئے سال کے ماہِ حرام کے بدلے میں ملنے والا چانس خیال کریں۔

مفسرین و محدثین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے اور امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چار عمرے کئے جن میں سے تین ذوالعقدوں میں اور ایک رجب میں کیا۔ حضرت انس اور حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ نے ایک کے سوا باقی تینوں عمرے ذوالقعدہ ہی میں کئے یعنی ذوالقعدہ سن ۶ ہجری میں، پھر ذوالقعدہ سن ۷ ہجری میں اور تیسرا ذوالقعدہ سن ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر۔

اس طرح ذوالقعدہ کو اسلامی مہینوں میں ایک خاص اہمیت حاصل ہو جاتی ہے کہ یہ اشہرِ حرام میں بھی شامل ہے اور سرکار ﷺ کے عمروں کا مہینہ بھی۔

صلحِ حدیبیہ کو اسلامی تاریخ میں جو مقام حاصل ہے اس کا اندازہ صرف اس جملے سے لگانا کافی ہے جو کسی انساں کی زباں سے نہیں نکلا بلکہ خالقِ جن وانس کی طرف سے نویدِ مسرت و پیغامِ انبساط بن کے آیا انا فتحنالک فتحا مبینا (سورۃ الفتح) کہ کررب ذوالجلال نے اس ماہِ مبارک ماہِ ذیقعد کے واقعۂ حدیبیہ کو فتحِ مبین فرمایا، تو پھر اس ماہِ مبارک کو ماہِ مبیں کیوں نہ کہا جائے۔ (شاہناز)

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆